اتحادِ اُمت، وقت کا تقاضا

ڈاکٹر نجیب الحق ○

مسلمانوں کی تاریخ میں ایسے مواقع آتے رہے ہیں جس میں امت کی عمومی بے حسی کی سزا صدیوں تک امت مسلمہ کے دینی، سیاسی اور تہذیبی زوال کا سبب بنی۔ ڈھائی سال پہلے جب غزہ کا چپّہ چپّہ تباہ کر دیا گیا اور یہ تباہی ابھی جاری ہے، تو مسلمان حکمرانوں نے تاریخی بے حسی کا ثبوت دیتے ہوئے اہل غزہ سے رسمی طور پر 'انسانی ہمدردی کی بنیاد پر اخلاقی اور سیاسی حمایت' کا اظہار کیا۔ بین الاقوامی اداروں کے اندازے کے مطابق صہیونی ریاست اسرائیل کے غزہ پر گرائے گئے بموں کی طاقت جاپان میں ہیروشیما پر گرائے گئے ایٹم بم کے مقابلے میں کم از کم پانچ گنا زیادہ تھی اور تباہ شدہ عمارتوں کا ملبہ تقریباً پانچ کروڑ ٹن ہے جس میں وہ بم بھی شامل ہیں جو پھٹ نہ سکے، جب کہ ملبہ صاف کرنے میں ۱۵ سے ۲۰ سال لگیں گے۔

اسرائیل غزہ اور فلسطینیوں کی شناخت ختم کرنے اور بیت المقدس پر مکمل قبضہ کر کے 'گریٹر اسرائیل' کے منصوبے پر تیزی سے کارفرما ہے۔ بظاہر ایران ہی وہ واحد ملک ہے جو اس کے راستے میں حائل ہے۔ اب امریکا اور اسرائیل نے مل کر مختلف بہانوں سے ایران کے خلاف جنگ شروع کر دی ہے۔ غزہ کی طرح یہاں بھی تمام انفراسٹرکچر کو تباہ کیا جا رہا ہے اور ایران کی عسکری صلاحیت کو ختم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ بدقسمتی سے ایران کے معاملے میں بھی مسلمان حکمرانوں کا رویہ غزہ کے سانحے سے کم نہیں۔ امریکا مشرق وسطیٰ کے ممالک کی حفاظت کے بہانے انھیں بھی اس جنگ میں شامل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس نازک موڑ پر امت مسلمہ کے اتحاد کی جتنی ضرورت آج ہے، حالیہ تاریخ میں شاید اس سے پہلے کبھی نہ تھی۔

○ پشاور میڈیکل کالج

ارشادِ خداوندی ہے: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (اٰل عمرٰن ۳:۱۰۳) ''سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو''۔ اس آیتِ مبارکہ کی تشریح میں مولانا مودودیؒ فرماتے ہیں: ''اللہ کی رسّی سے مراد اس کا دین ہے، اور اس کو رسی سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے کہ یہی وہ رشتہ ہے جو ایک طرف اہل ایمان کا تعلق اللہ سے قائم کرتا ہے اور دوسری طرف تمام ایمان لانے والوں کو باہم ملا کر ایک جماعت بناتا ہے۔ اس رسّی کو 'مضبوط پکڑنے' کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی نگاہ میں اصل اہمیت 'دین' کی ہو، اسی سے ان کو دلچسپی ہو، اسی کی اقامت میں وہ کوشاں رہیں اور اسی کی خدمت کے لیے آپس میں تعاون کرتے رہیں۔ جہاں دین کی اساسی تعلیمات اور اس کی اقامت کے نصب العین سے مسلمان ہٹے اور ان کی توجہات اور دلچسپیاں جزئیات و فروع کی طرف منعطف ہوئیں، پھر ان میں لازماً وہی تفرقہ و اختلاف رُونما ہوجائے گا جو اس سے پہلے انبیا علیہم السلام کی امتوں کو ان کے اصل مقصدِ حیات سے منحرف کر کے دنیا اور آخرت کی رُسوائیوں میں مبتلا کر چکا ہے''۔ (تفہیم القرآن، جلد اوّل، ص ۲۷۶-۲۷۷)

تاریخِ اسلام اس حقیقت کی گواہ ہے کہ جب بھی مسلمان قرآن و سنت کے سائے میں متحد رہے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں عزت، قوت اور سربلندی نصیب فرمائی، اور جب باہمی اختلاف اور تفرقہ نے ان کے دلوں میں جگہ بنالی تو کمزوری اور زوال ان کا مقدر بنا۔ عصرِ حاضر میں امتِ مسلمہ کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو یہی حقیقت نمایاں نظر آتی ہے۔ اتحاد کمزور پڑنے کے سبب مسائل اور مصائب نے جنم لیا۔ آج مشرقِ وسطیٰ میں بالخصوص اور دیگر مسلم خطوں میں پائے جانے والے سیاسی و مسلکی اختلافات، داخلی تنازعات اور باہمی عدم اعتماد نے امت کو کمزور کر رکھا ہے۔ اس صورتِ حال سے بیرونی قوتیں فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ ایسے نازک حالات میں قرآن و سنت کی تعلیمات ہمیں دوبارہ اخوت، اتحاد اور باہمی تعاون کے راستے کی طرف بلاتی ہیں۔ دین اسلام ہی دلوں کو جوڑنے اور معاشروں کو متحد کرنے کی غیر معمولی قوت رکھتا ہے۔ مدینہ منورہ کی تاریخ اس حقیقت کا زندہ نمونہ ہے۔ اسلام سے قبل اوس اور خزرج کے قبائل باہمی دشمنی میں مبتلا تھے، مگر جب اسلام کا نور ان کے دلوں میں اترا تو وہ دشمنی محبت میں بدل گئی اور وہ ایک دوسرے کے بھائی بن گئے۔

صد افسوس کہ آج مسلمان اُمت ایک کتاب اور ایک رسول کو ماننے کے باوجود شیعہ، سُنّی

اور کئی دوسرے فرقوں میں بٹی ہوئی ہے اور ہر فرقے میں کئی کئی ذیلی گروہ بھی بنے ہوئے ہیں۔ اسی حالت کے بارے میں علّامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبیؐ، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی، اللہ بھی، قُرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

● **فقہی اختلاف کی حقیقت:** فقہی مکاتب فکر کی بنیاد پر امت کی اکثریت حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی اور اہل تشیعہ میں تقسیم ہوکر مختلف مسلکوں میں بٹ گئی ہے اور دین کی اساسی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اسی بات کی اہمیت کے بارے میں مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیریؒ کا ایک واقعہ بڑی بصیرت رکھتا ہے۔

ایک مرتبہ انھوں مفتی محمد شفیعؒ سے نہایت افسوس کے ساتھ فرمایا کہ 'عمر ضائع کردی' اور پھر اس کی تفصیل میں فرمایا کہ ''ہماری عمر کا، ہماری تقریروں کا، ہماری ساری کدوکاوش کا خلاصہ یہ رہا ہے کہ دوسرے مسلکوں پر حنفیت کی ترجیح قائم کردیں، امام ابوحنیفہؒ کے مسائل کے دلائل تلاش کریں۔ یہ رہا ہے محور ہماری کوششوں کا، تقریروں کا اور علمی زندگی کا! قبر میں منکر نکیر یہ نہیں پوچھیں گے کہ رفع یدین حق تھا یا ترک رفع یدین حق تھا؟ آمین بالجہر حق تھی یا بالسّر حق تھی؟ نہ برزخ میں اور نہ قبر میں یہ سوال ہوگا۔ اللہ تعالیٰ شافعی کو رُسوا کرے گا، نہ ابوحنیفہ کو، نہ مالک کو، نہ احمد بن حنبل کو جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے علم کا انعام دیا ہے۔ میدان محشر میں یہ معلوم نہیں کرے گا کہ ابوحنیفہ نے صحیح کہا تھا یا شافعی نے غلط کہا تھا یا اس کے برعکس، تو جس چیز کا نہ برزخ میں اور نہ محشر میں پوچھا جائے گا، اس کے پیچھے پڑ کر ہم نے اپنی عمر ضائع کردی، اور جو صحیح اسلام کی دعوت اور سبھی کے مابین متفقہ مسائل تھے اور دین کی جو ضروریات سبھی کے نزدیک اہم تھیں، جن کی دعوت انبیا کرام علیہم السلام لے کر آئے تھے اور جسے عام کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا تھا اور جن منکرات کو

مٹانے کی کوشش ہم پر فرض کی گئی تھی، آج یہ دعوت نہیں دی جارہی۔ معاشرے میں الحاد، اخلاقی انحطاط اور دینی کمزوری بڑھتی رہی، گمراہی پھیل رہی ہے، الحاد آرہا ہے، شرک و بت پرستی چلی آرہی ہے، حرام وحلال کا امتیاز اٹھ رہا ہے لیکن ہم ان فرعی وفروعی بحثوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اسی لیے غمگین بیٹھا ہوں اور محسوس کررہا ہوں کہ عمر ضائع کردی''۔ (وحدت امت، مفتی محمد شفیع)

ائمہ کرام نے ایک مسئلے کی مختلف فقہی تشریحات کر کے امت کے لیے آسانیاں پیدا فرمائیں، تاکہ دین پر چلنے میں آسانی پیدا ہو اور ضرورت کے وقت مختلف آپشنز (options) موجود ہوں لیکن بوجوہ اسے اختلاف کی بجائے مخالفت (بلکہ کفر اور اسلام) کا مسئلہ بنادیا گیا، حالانکہ عقائد میں اختلاف نہ ہونے کے برابر ہے۔ قرآن آیاتِ محکمات کو ہی کتاب (دین اسلام) کی اصل بنیاد قرار دیتا ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ط (اٰل عمرٰن ۳:۷) وہی خدا ہے، جس نے یہ کتاب تم پر نازل کی ہے۔ اس کتاب میں دو طرح کی آیات ہیں: ایک محکمات، جو کتاب کی اصل بنیاد ہیں، اور دوسری متشابہات۔

قرآنِ مجید میں تین مقامات (سورۂ توبہ آیت ۳۳، سورۂ فتح آیت ۲۸ اور سورۂ صّف آیت ۹) پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ ''وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پوری جنسِ دین پر غالب کردے، خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو''۔ دین ہی وہ اصل بنیاد ہے جس پر مسلمان اکٹھے ہو سکتے ہیں، پھر اسلام کو غالب کرنے میں ہر رکاوٹ ختم ہوجائے گی اور زندگی کے تمام مروجہ لادینی نظاموں کا اختتام ممکن ہوگا۔

'دین' ان بنیادی عقائد کا نام ہے جو قرآن سنت میں بیان ہوئے، تاکہ مسلمان ان کے مطابق اپنی زندگی گزاریں۔ 'شریعت' عقائد کے ان اصولوں کے مطابق زندگی کی سیدھی راہِ عمل متعین کرتی ہے جو ہمیں اصل منزل تک پہنچاتی ہے۔ 'مذہب' (مسلک) وہ مختلف طریقے ہیں جو سارے اس منزل کی طرف جاتے ہیں اور 'ذوق' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے وہ اعمال

(سنتِ زوائد) ہیں جن کا براہِ راست تعلق دین سے نہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی عادت کے طور پر اختیار کیے، جیسے رنگ یا کھانے پینے میں آپؐ کی پسند یا ناپسند وغیرہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری زندگی 'دین' کی تعلیم اور تبلیغ میں گزاری اور ہم نے مذہب/مسلک میں الجھ کر دین کو پس پشت ڈال دیا ہے، بلکہ اس پوری ترجیح کو ہی الٹا کر کے رکھ دیا ہے اور اب بحثیں دین اور شریعت کی بجائے سفید، کالی یا سبز رنگ کی پگڑی پہننے پر ہوتی ہیں۔

● **فرقہ بندی کی سخت مذمت:** قرآنِ مجید دین میں تفرقہ پیدا کرنے والوں کی سخت مذمت کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْھُمْ فِیْ شَیْءٍ ط (الانعام ۶:۱۵۹) ''جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے، یقیناً اُن سے تمھارا کچھ واسطہ نہیں''۔ یعنی جو لوگ دین کی بنیاد پر تقسیم ہوتے ہیں اور گروہوں اور فرقوں میں بٹ جاتے ہیں وہ اسلام کی اصل روح کے خلاف ہے۔ اسلام انسانوں کو جوڑنے اور انھیں ایک اُمت بنانے کا پیغام دیتا ہے، نہ کہ انھیں تعصب اور نفرت کے حصار میں قید کرنے کا۔ قرآن مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ پچھلی امتوں کی طرح اختلاف اور تفرقہ کا شکار نہ ہوں:

وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَھُمُ الْبَیِّنٰتُ ط (اٰل عمرٰن ۳:۱۰۵) کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور کھلی کھلی واضح ہدایات پانے کے بعد پھر اختلافات میں مبتلا ہوئے۔

بہت سی اُمتوں کے ساتھ تاریخ میں یہی ہوا کہ انھوں نے اللہ کے پیغمبروں سے دینِ حق کی صاف، سیدھی اور جامع تعلیمات حاصل کیں، مگر کچھ زمانہ گزرنے کے بعد انھوں نے دین کی اصل بنیادوں کو پسِ پشت ڈال دیا اور ضمنی و فروعی مسائل کو بنیاد بنا کر الگ الگ گروہ اور فرقے تشکیل دینا شروع کر دیے۔ پھر حال یہ ہو گیا کہ وہ بے فائدہ اور لایعنی بحثوں اور جھگڑوں میں اس قدر اُلجھ گئے کہ نہ انھیں اس عظیم ذمہ داری کا احساس رہا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد کی تھی، اور نہ عقیدہ اور اخلاق کے ان بنیادی اصولوں کی طرف توجہ باقی رہی جن پر درحقیقت انسان کی حقیقی فلاح اور سعادت کا دارومدار ہے۔ بدقسمتی سے بسا اوقات اس طرح کا تفرقہ علم کی کمی کی وجہ سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس کے پسِ پردہ ضد، مسلکی تعصب اور دنیاوی مفادات کارفرما ہوتے ہیں۔

● **باہمی نزاع کا نتیجہ:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْھَبَ رِیْحُکُمْ وَاصْبِرُوْا ط اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۴۶﴾ (الانفال ۸:۴۶) ''اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑو نہیں، ورنہ تمھارے اندر کمزوری پیدا ہوجائے گی اور تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی، صبر سے کام لو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔

یہ آیت اُمت کی اجتماعی زندگی کا ایک نہایت اہم اصول بیان کرتی ہے کہ جب قومیں آپس کے اختلافات اور نزاعات میں مبتلا ہوجاتی ہیں تو ان کی قوت، وقار اور اثر و رسوخ رفتہ رفتہ ماند پڑ جاتا ہے۔ تاریخ میں بے شمار قومیں صرف اس وجہ سے زوال کا شکار ہوئیں کہ وہ داخلی اختلافات اور باہمی کش مکش میں الجھ گئیں۔ قرآنِ حکیم نہایت وضاحت کے ساتھ یہ حقیقت بیان کرتا ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمھارا رعب دشمن کے دلوں پر قائم رہے، تمھاری اجتماعی قوت برقرار رہے اور تمھارے اتحاد و اتفاق کی بنیادیں متزلزل نہ ہوں، تو تمھیں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور قرآن و سنت کو مضبوطی سے تھامے رہنا ہوگا۔ یہی وہ مضبوط ڈھال ہے جس کے سہارے تم خواہشاتِ نفس اور دنیاوی اغراض کے تیروں کا مقابلہ کر سکتے ہو۔ لیکن افسوس کہ آج کچھ لوگ اُمت کے اندر پھیلنے والے انتشار اور افتراق کی اصل وجہ کو سمجھنے کے بجائے عجیب و غریب تاویلات پیش کر کے مختلف اسباب بیان کرتے ہیں اور قرآن و سنت سے دُوری بلکہ رُوگردانی کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور بے جا نکتہ آفرینیوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔

● **مومنوں کی باہمی اخوت / اتحاد:** مومنوں کی تو اصل قوت یہی ہے کہ انسانی فطرت کے تقاضوں اور شیطان کی اُکساہٹوں کی وجہ سے اختلاف پڑ بھی جائے تو اس کو باہم صلح صفائی سے حل کریں۔ قرآنِ مجید ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۰﴾ (الحجرات ۴۹:۱۰) بے شک مومن آپس میں بھائی ہیں، پس اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

یہ آیت دنیا کے تمام مسلمانوں کی ایک عالمگیر برادری قائم کرتی ہے اور یہ اسی کی برکت ہے کہ کسی دوسرے دین یا مسلک کے پیروؤں میں وہ اخوت نہیں پائی گئی ہے جو مسلمانوں کے

درمیان پائی جاتی ہے۔ اس حکم کی اہمیت اور اس کے تقاضوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بکثرت ارشادات میں بھی بیان فرمایا ہے اور مسلمانوں کو باہمی محبت اور اتحاد کی تلقین فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا: ''آپس میں حسد نہ کرو، بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو اور اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ'' (متفق علیہ)۔ ایک دوسری حدیث میں فرمایا: ''ایک مومن دوسرے کے لیے ایک عمارت کی مانند ہے جس کا ایک حصّہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے''۔ (متفق علیہ)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمان کو گالی دینا فسق ہے، اس سے جنگ کرنا کفر'' (بخاری)۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کی جان، مال اور عزّت حرام ہے'' (ترمذی)۔ ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''مومنوں کی مثال آپس کی محبت، وابستگی اور ایک دوسرے پر رحم وشفقت کے معاملے میں ایسی ہے جیسے ایک جسم کی حالت ہوتی ہے کہ اس کے کسی عضو کو بھی تکلیف ہو تو سارا جسم اس پر بخار اور بے خوابی میں مبتلا ہوجاتا ہے''۔ (بخاری و مسلم)

● **موجودہ دور کے لیے عملی رہنمائی:** آج اُمتِ مسلمہ کو درپیش چیلنجز کا مقابلہ صرف ایسے ہی کیا جاسکتا ہے کہ فروعی وفقہی اختلافات کو پس پشت رکھ کر اتحاد کو فروغ دیا جائے۔ یہ تب ہی ممکن ہوگا کہ قرآن وسنت کو زندگی کا بنیادی معیار بنایا جائے، اختلافِ رائے کو دشمنی میں تبدیل نہ ہونے دیا جائے، مسلکی تعصب اور فرقہ واریت سے اجتناب کیا جائے۔ باہمی احترام، برداشت اور خیرخواہی کو فروغ دیا جائے اور امت کے مشترکہ مفادات کو ترجیح دی جائے۔ اس میں سب سے اہم رول علمائے کرام کا ہے کہ وہ اس مشکل وقت میں نہ صرف نظری طور پر امت کو ایک مشترکہ لائحہ عمل دیں بلکہ عملی طور پر ہر ممبر سے اتحادِ اُمت کی آواز بلند ہو اور مسلمانوں کو عالمی تناظر میں اتحادِ اُمت کے حوالے سے تعلیم دی جائے۔

مسلمانوں کا اتحاد قرآن وسنت کی تعلیمات کی طرف رجوع کرنے سے ہی مضبوط ہوسکتا ہے، اور اسی سے عالمی سطح پر مسلمانوں کی قوت اور وقار بحال ہوسکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برحق فرمایا تھا: ''ہم ایک ایسی قوم ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعے عزت بخشی، اگر ہم

نے عزت کو اسلام کے علاوہ کسی اور نظام میں تلاش کیا تو اللہ ہم کو ذلیل کر دے گا''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عنقریب کوئی فتنہ برپا ہوگا اور اس سے بچنے کی صورت کتاب اللہ کو تھامنا ہے جس میں تمھارے امور و معاملات کا حکم و فیصلہ بھی موجود ہے، اور وہ دوٹوک فیصلہ کرنے والی ہے، ہنسی مذاق کی چیز نہیں ہے۔ جس نے اسے سرکشی کر کے چھوڑ دیا، اللہ اسے توڑ دے گا اور جو اسے چھوڑ کر کہیں اور ہدایت تلاش کرے گا اللہ اسے گمراہ کر دے گا۔ جو اس کے مطابق بولے اور عمل کرے اسے اجر و ثواب دیا جائے گا، جس نے اس کے مطابق فیصلہ کیا اس نے انصاف کیا، اور جس نے اس کی طرف بلایا اس نے سیدھے راستے کی ہدایت دی''۔ (ترمذی)

آج اُمتِ مسلمہ فرقہ واریت کے شدید بحران سے دوچار ہے، مسلکی اختلافات جو کبھی علمی اور فکری حدود تک محدود تھے، اب تعصب، نفرت اور دشمنی کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ اگر مسلمان پھر سے دنیا میں ایک اعلیٰ مقام اور غلبہ چاہتے ہیں تو ہمیں قرآن و سنت کی طرف پلٹنا ہوگا اور اسے انفرادی اور اجتماعی نظام میں نافذ کرنا ہوگا۔ یہی اُمتِ مسلمہ کے اتحاد اور فلاح کی بنیاد ہے۔ اس اہم اور نازک موڑ پر بھی ہم اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر متحد نہ ہو سکے تو تاریخ ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔